فتاویٰ عالمگیری

ترتیب وتالیف، مصنفین ومرتبین، طباعتیں اور ترجمے

مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی
مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ

برصغیر ہند پاکستان میں مسلمانوں کی فقہ حنفی سے وابستگی اور اس کے مطابق مسائل پر عمل کرنے اور زندگی گزارنے کی روایت پرانی ہے، بہت پرانی، اسی قدر جس قدر برصغیر ہند میں اسلامی حکومت وانتظام قائم ہونے کی تاریخ!

سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان کو، فتح کرکے، یہاں پہلی اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی تھی، اسی وقت سے یہاں فقہ حنفی کی آبیاری بھی شروع ہوگئی تھی، سلطان محمود غزنوی خود بڑے عالم محدث، مفسر اور فقیہ تھے، ان کی اور تصانیف کے علاوہ فقہ حنفی پر بھی ایک عمدہ کتاب یادگار تھی، محمود غزنوی کے بعد سلطان محمد غوری نے دوبارہ جنگی قوت سے محمود کے کام کو آگے بڑھایا، جس کی نیابت شمس الدین التمش نے کی، ہندوستان میں التمش سے پہلے مرتب فقہی تصانیف کا سراغ نہیں ملتا، محمود غزنوی کے عہد کی صرف ایک فقہی تالیف 'مجموعۂ سلطانی' ہے، جو فارسی میں ہے اور ۴۲۱ھ [۱۰۳۰ء] میں تالیف ومرتب ہوئی تھی، ہمارے دور تک موجود ومعلوم ہے، اور کئی مرتبہ چھپ بھی چکی ہے، اس کے علاوہ تقریباً دو صدیوں تک کوئی اور فقہی مجموعہ دریافت نہیں، مگر التمش کے بعد جو تصانیف ومؤلفات کا سلسلہ رواں ہوا، وہ آج تک رواں دواں ہے۔ اس دور کی لکھی ہوئی اہم کتابوں کے تذکرہ کی بھی اس مختصر تحریر میں گنجائش نہیں ہے، مگر محمود کے آخری دور، تقریباً ۴۰۰ھ [۱۰-۱۰۰۹ء۔] سے آخر عہد مغلیہ ۷۳-۱۲۷۲ھ [۱۸۵۷ء] تک جو پچیس تیس کتابیں، مصنفات اور مجموعے ایسے ہیں جن کو ہندوستان کے اہم علمی فقہی باقیات میں شمار کیا جاتا ہے، افسوس کہ اس مختصر تحریر میں ان کے اجمالی تعارف کا بھی موقع نہیں، یہاں صرف عہد مغلیہ کی ایک بہت اہم، معروف اور ممتاز فقہی یادگار، فتاویٰ **''فتاویٰ عالمگیریہ یا فتاویٰ ہندیہ''** کے حوالہ سے چند معلومات پیش کی جارہی ہیں:

اورنگ زیب عالمگیر

مغل خاندان کے حکمرانوں میں، اورنگ زیب عالمگیر اپنی سادہ زندگی، نظام مملکت وحکومت کی نگرانی، بہترین عدل وانتظام، جنگی مہارت اور بڑے بڑے لشکروں کی قیادت وسالاری، اعلیٰ درجہ کی حکمت عملی، فتوحات، ملک کے اندرونی نظام اور ضروریات پر وسیع مبصرانہ نگاہ، اس کی روشنی میں دور اندیشانہ اقدامات، رعایا اور تمام قوموں کے ساتھ یکساں

عدل وانصاف اور ایسی عالی اقدار وحدود کی حکومت، جس میں غریب امیر، مسلم وغیر مسلم کسی کے لئے شکایت کا موقع نہ ہو، مگر اس نظام کے اساس کن ضوابط اور اس کے اصول وقوانین کیا ہوں اور اس ملک میں کس کو رہنما اور اساس بنایا جائے۔

برصغیر میں فقہ حنفی کے ماننے والوں کی واضح اکثریت ہونے کی وجہ سے، خصوصاً مسلمانوں کے لئے فقہ حنفی کے قواعد اور اصول وضوابط کی روشنی میں ہی کام کیا جاسکتا تھا۔

اورنگ زیب عالمگیر نے نظام مملکت سنبھالنے کے ساتھ ہی اس پر عمل کا اہتمام کیا اور پورے ملک ومملکت میں تمام قاضیوں اور فتویٰ دینے والے اصحاب کو، اس کی ہدایات جاری کردی گئی تھیں اور سب ہی قاضی، مفتی اور حاکمان وقت، فقہ حنفی کے مطابق احکام جاری کرنے اور فیصلے لکھنے لگے تھے۔

یہ نظام اگرچہ پورے ملک میں جاری ہوگیا تھا مگر اس پر عمل میں ایک بڑی مشکل اور پیچیدگی سامنے آئی جس نے خاصے انتشار کی صورت اختیار کرلی تھی، کہ اگرچہ قاضی اور مفتی صاحبان، فقہ حنفی کی روشنی میں فیصلے لکھ رہے تھے، صادر کررہے تھے، مگر ان کے ذرائع علم اور مآخذ، فقہ واحکام، الگ الگ ہوگئے تھے، کسی عالم ومفتی کا کسی کتاب پر اعتماد تھا، وہ اس کے مطابق فتوے اور فیصلے تحریر فرماتے تھے، دوسرے مفتی صاحب کا ماخذ ومرجع دوسری کتاب تھی وہ اس کو معتبر ومستند جان کر اس کی روشنی میں اپنے احکامات لکھتے تھے، تیسرے مفتی اور حاکم کے مستدلات ان دونوں سے الگ ہوتے تھے، اس لئے ان کے فیصلے اور فتوؤں میں اور انداز جھلکتا تھا، یعنی فقہی مسلک کے کامل اتحاد کے باجود، مختلف زمانوں کے بڑے مصنفین اور مجموعہائے فتاویٰ کے اختلافات، جائز، ناجائز، مکروہ، غیر مکروہ، حسن اور احسن وغیرہ جیسے جزوی اختلافات کی وجہ سے، فتاویٰ مختلف ہوجاتے تھے۔ چوں کہ ان کے سامنے موجود کتابوں میں وہی کچھ لکھا ہوا تھا، جو انہوں نے اپنے فتوؤں اور احکامات میں درج کیا، اس لئے ان کو خطا کار بھی نہیں کہا جاسکتا تھا، ان پر کوئی الزام بھی نہیں دھرا جاسکتا تھا، مگر اس کی وجہ سے فیصلوں کی ترتیب ویکسانیت اور نظام عدل وانصاف متأثر ہورہا تھا۔ لہٰذا ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسی کتاب یا بڑا مجموعۂ فقہ وفتاویٰ مرتب کیا جائے، جس میں غیر معتبر، کمزور اقوال وروایات نہ ہوں، ائمہ فقہائے احناف کے اصول اور تفریعات کی سادہ آسان وضاحت وتعبیر، سادہ آسان زبان میں اس طرح ہو کہ جس سے ہر اک عالم اور قاضی بلا تأمل استفادہ کرکے، اس سے اخذ ونقل کرسکے۔ تمام عدالتوں میں اسی ایک معتبر کتاب کی روشنی میں فیصلے کئے جائیں، اور اسی کو بنیاد بنا کر تمام اصحاب فقہ وفتاویٰ اپنی تحریرات مرتب فرمائیں، مسائل سے آگاہی بخشیں اور فتاویٰ جاری کریں۔

سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے اس ضرورت کو بہت شدت سے محسوس کیا کہ، تمام فتاویٰ میں یکسانیت کے لئے ایک بڑی جامع، دستاویزی کتاب یا ایسے مجموعۂ فتاویٰ کی ترتیب وتدوین ہونی چاہئے، جس کے نسخے تمام حکام وعمال اور سب قاضیوں اور علماء کے سامنے موجود رہیں اور وہ اسی کتاب کی روشنی میں اپنے فیصلے اور فتوے صادر فرمائیں۔ بادشاہ کو اس خیال واحساس نے ایک بڑی کتاب کی تالیف وتدوین پر متوجہ کیا، جس کے لئے ایک بڑا اور وسیع منصوبہ بنایا گیا اور اس کی جزوی ترتیب وتفصیل تک، تمام گوشوں پر غور وفکر کرکے عمل میں لانے کا ارادہ کرلیا گیا۔ عالمگیر کے مشہور درباری مؤرخ، محمد ساقی مستعد نے لکھا ہے:

کافۂ اہل اسلام بمعنی بہا مسائل علمائے مذاہب حنفی علمایند، ومسائل مذکورہ در کتب فقہ بسبب اختلاف قضاۃ ومفتیان باد، آیات ضعیفہ واقوال مختلفہ آنہا مخلوط است، ومع ہذا مجموع آں را یک کتاب حاوی نیست وتا کتب بسیار فراہم نیاید، کس رااستحضارے دانی ودستگاہی وسیع ومنیع کافی در علم فقہ نباشد واستنباط نمی تواند نمود۔(۱)

ترجمہ: اکثر مسلمانان اپنی ضرورت ومسائل میں مذہب حنفی پر عمل کرتے ہیں اور فقہ کی کتابوں میں جو مسائل درج ہیں، وہ قاضیوں اور مفتیوں میں اختلاف، روایات ضعیفہ اور مختلف اقوال میں ملے ہوئے ہیں، جب تک بہت کتابیں حاصل نہ ہوں، کسی کو بھی، ان کا استحضار اوران کے مندرجات پر وسیع اور کافی معلومات نہیں ہوں گی اور [ان روایات واختلافات کی وجہ سے] کسی مسئلہ میں بھی علمی تحقیق اور صحیح استنباط نہیں کیا جا سکتا۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر کو زمانۂ شہزادگی سے ہی، اس اختلاف وانتشار کا اندازہ اور خاصا علم تھا۔اس کے نقصانات اوراس سے نظم وانتظام حکومت پر، پڑنے والے اثرات کا مشاہدہ ہو چکا تھا، اس لئے جیسے ہی اورنگ زیب تخت نشین (۲) ہوئے، زمام حکومت ان کے ہاتھ میں آئی، اسی وقت سے نظام قضات اور فقہ وفتاویٰ کے درست کرنے اوراس کو ایک ترتیب کے تحت لانے پر توجہ فرمائی اور جن معاملات وامور کو خاص توجہ اوراہتمام سے، اپنی خاص نگرانی میں مکمل کرایا، ان میں فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب وتدوین بھی ہے۔

آغاز تالیف

فتاویٰ عالمگیری کی تالیف کی ابتداء، اورنگ زیب عالمگیر کے، دسویں سال یعنی جلوس ۱۰۷۸ھ [۶۸-۱۶۶۷ء] کے غالباً آخری مہینوں میں ہوئی۔اس مجموعۂ فتاویٰ کی تالیف وتدوین کے لئے اورنگ زیب نے ممتاز علمائے کرام اوراہل فقہ وفتاویٰ کی جماعت تشکیل کی، اس مقصد کے لئے علماء کا جو انتخاب ہوا، اس کی واضح تفصیلات کسی ایک جگہ دستیاب نہیں، صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لئے اول چند بڑے علماء نامزد کئے گئے تھے، انہوں نے متوقع، فتاویٰ عالمگیری کی تالیف وترتیب، مباحث وابواب کی غالباً مفصل درجہ بندی کی، متعلقہ عنوانات کو جلدوں کے لحاظ سے تقسیم ومرتب کیا اور ان سب علماء کو جو اس کی تشکیل اور تقسیم ابواب وعنوانات میں شریک اور نمایاں تھے، ان جلدوں یا حصوں کو تقسیم کر دیا گیا اوران کو ان جلدوں، حصوں کی تالیف کے لئے ذمہ دار بنا دیا گیا اور ہر اک کو، اپنے کام میں تعاون اور تلاش وترتیب کے لئے، علمی معاونین اور ماتحت علماء رکھنے، مقرر کرنے کی بھی اجازت دیدی گئی۔

اس پورے نظام کے سربراہ، اوراس کی تالیف وتحریر میں مشغول علماء کے سرپرست اور ذمہ دار، اس دور کے ایک بہت ممتاز عالم اور فقیہ، شیخ نظام برہان پوری بنائے گئے تھے۔اوراس وقت کے اکثر مؤرخین خصوصاً معاصر مؤرخ محمد ساقی مستعد نے لکھا ہے:

وسرکردگیٔ ایں مہم بہ قدوۂ فضلائے امام شیخ نظام تفویض یافت (۳)

ترجمہ: اس اہم کام کی نگرانی وذمہ داری، فاضلوں کے سربراہ اورامام، شیخ نظام [برہان پوری] کے سپرد ہوئی۔

شیخ نظام نے اپنے فاضل ترین رفقاء اور معاونین پر کام تقسیم کردیا تھا، یہ پانچ علماء تھے، جنہوں نے اس ذمہ داری کو قبول فرمایا اور اس کو آگے بڑھا کر مکمل کیا۔ مولانا عبدالحی حسنی نے نقل کیا ہے کہ:

"الشیخ نظام الدین البرهان پوری ولاه تدوین الفتاویٰ العالم گیریة وترتیبها، باستخدام الفقهاء الحنفیه، وولی أربعة رجال تحت أمره، فقسم أرباعها علی أربعتهم: أحدهم: قاضي حسين جون پوري المحتسب، وثانيهم: السيدعلي اكبر سعدالله خان، وثالثهم: الشيخ حامدالجون فوري، ورابعهم: المفتی محمداكرم اللاهوری۔(۴)

علماء کے مراتب اور ان کے ماتحت اصحاب

درج اصحاب کے علاوہ اور بھی ممتاز فاضلین اور اہل نظر اس خدمت کے بڑے ذمہ داروں میں شامل تھے، جیسے علامہ شیخ جلال الدین مچھلی شہری، جلد اول کی ترتیب وتالیف ان کے سپرد کی گئی تھی، (۵) ایک چوتھائی کتاب کی تصنیف وترتیب کے لئے مولانا شیخ محمد حسین جونپوری ذمہ دار تھے، (۶) اور مولانا شیخ اکرم لاہوری بھی ایک چوتھائی کے (۷) ان سب کے معاونین بھی کام کرتے رہے۔ کسی کے دو، کسی کے چار نائب تھے، سب سے زیادہ معاونین شیخ وجیہ الدین گوپاموی کی نیابت وتعاون کے لئے تھے، ان کے ماتحت اس مقصد کے لئے دس علماء کام کرتے تھے (۸) اور علماء کے بھی دو، تین یا زیادہ معاون ومددگار تھے، سلطان عالمگیر نے ان کے علاوہ کئی علماء اور اصحاب کمال کو، اس خدمت وتالیف میں شرکت اور تعاون دینے کے لئے مقرر و نامزد کیا تھا۔

شریک علماء کی کل تعداد

ایسے علماء کی کل کیا تعداد تھی، اس کی صراحت نہیں ملی، اکثر مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے تیس سے چالیس تک علماء کا تذکرہ کیا ہے، لیکن عموماً جو نام شمار کرائے گئے ہیں یا ہمیں ملے ان کی تعداد چالیس تک بھی نہیں پہنچتی، اس سے قطع نظر برصغیر ہند کے ایک بڑے عالم، مصنف، محدث، فقیہ اور مترجم، علامہ سید امیر الدین محدث ملیح آبادی نے، شرکائے فتاویٰ عالمگیریہ کی تعداد پانچ سو تک لکھی ہے۔ ملیح آبادی فرماتے ہیں:

"پس سلطنت کی سرپرستی میں خزانۂ وافی جس کی تعداد کثیر کا احاطہ علم الٰہی میں ہے، اس کارخیر میں صرف کرکے، متعدد نسخ، وصحاح اصول اور بیشمار معتبر کتب وشرح، ائمہ، وفتاویٰ مشائخ وتالیفات کو کمال احتیاط ووثوق کے ساتھ جمع فرماکر، ان علماء کی جماعت عظیم کو، جن کی تعداد کم تر ایک سو کی پانچ گونہ، یعنی پانچ سو۔۔۔۔۔ ہے، یہ نوادر جواہر یعنی کتب فقہ وشریعت تفویض فرمائیں" (۹)

اراکین ترتیب فتاویٰ عالمگیری کے نام

ہمیں شرکائے تالیف کی اس بڑی تعداد میں سے صرف چند علمائے کرام کے نام دستیاب ہوئے، جو حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق یہاں درج کئے جارہے ہیں:

۱۔ مفتی ابوالبرکات دہلوی (۱۰)

۲۔ملا ابوالواعظ ہرگامی (۱۱)

۳۔قاضی ابوالخیر ٹھٹھوی (۱۲)

۴۔علامہ ابوالفرح (۱۳)

۵۔شیخ احمد بن ابوالمنصور گوپاموی (۱۴)

۶۔مفتی محمد اکرم لاہوری (۱۵) وفات: ۱۰۹۴ھ [۸۳-۱۶۸۲ء]

۷۔مولانا محمد جمیل جونپوری (۱۶) وفات: ۶/رجب ۱۱۲۳ھ [۱۷۱۱ء]

۸۔مولانا جلال الدین مچھلی شہری (۱۷)

۹۔مولانا حامد جونپوری (۱۸)

۱۰۔قاضی محمد حسین جونپوری (۱۹) وفات: ۱۰۷۶ھ [۶۶-۱۶۶۵ء]

۱۱۔قاضی محمد دولت فتح پوری (۲۰)

۱۲۔شیخ رضی الدین بھاگل پوری (۲۱)

۱۳۔مولانا محمد شفیع (۲۲)

۱۴۔شاہ عبدالرحیم دہلوی (۲۳) وفات: ۱۲/صفر ۱۱۳۱ھ [۹-۱۷۱۸ء]

۱۵۔قاضی عبدالصمد جون پوری (۲۴)

۱۶۔مولانا عبدالفتاح صمدانی (۲۵)

۱۷۔قاضی عصمت اللہ لکھنوی (۲۶) وفات: ۱۲/رجب ۱۱۱۳ھ [۰۲-۱۷۰۱ء]

۱۸۔سید علی اکبر سعداللہ خانی (۲۷) وفات: ۱۰۹۰ھ [۱۶۷۹ء]

۱۹۔شیخ محمد غوث کاکوروی (۲۸) وفات: ۱۱۱۸ھ [۱۷۰۶ء]

۲۰۔ملا غلام محمد لکھنوی (۲۹)

۲۱۔مولانا محمد فائق (۳۰)

۲۲۔ملا فصیح الدین پھلواری (۳۱)

۲۳۔میر سید قنوجی (۳۲) وفات: ۱۱۰۱ھ [۹۰-۱۶۸۹ء]

۲۴۔ملا وجیہ الرب (۳۳)

۲۵۔شیخ وجیہ الدین گوپاموی (۳۴)

۲۶۔شیخ نظام برہان پوری (۳۵) [جو سربراہ کار اور بنیادی ذمہ دار تھے]

۲۷۔سید نظام الدین ٹھٹھوی (۳۶)

مرتبین فتاویٰ عالمگیری کے سلسلہ میں ان کے علاوہ بھی چند اور نام ملتے ہیں، مگر معتبر علمی ذرائع سے ان کی تصنیف وترتیب فتاویٰ عالمگیری میں شرکت کی تصدیق نہیں ہوئی، اس لئے ان کے نام درج نہیں کئے۔

مرتبین فتاویٰ عالمگیری کی تنخواہیں

ان میں سے ہرایک کی تنخواہ مقرر تھی، کسی کی تین روپیہ روزانہ، کسی کی دوروپئے، کسی کی ایک روپئے، ایک دو صاحبان کی ڈھائی روپئے اور بعض اصحاب کی آٹھ آنہ روز بھی تھی۔

نقد تنخواہوں کے علاوہ مزید سہولت اور مستقبل کی ضروریات پورا کرنے کے لئے جاگیریں اور زمین جائیداد عطا کرنے کا بھی مستقل معمول تھا، مختلف تذکروں اور تحریرات میں ایسے کئی فرامین درج ہیں، جو اس خدمت میں شرکت اور حصہ لینے کی وجہ سے، بادشاہ [اورنگ زیب عالمگیر] کے دربار سے جاری ہوئے تھے۔

تصنیف کا مقابلہ اور بادشاہ کی مراجعت ومطابقت

ترتیب فتاویٰ عالمگیری کے لئے جو علماء بڑے ذمہ دار بنائے گئے تھے، اور ان پر اس کی جلدیں یا ابواب تقسیم ہوئے تھے، وہ اپنی اپنی جگہوں پر، اس کی تالیف وترتیب میں مشغول رہتے اور اپنا اپنا کام، مولانا شیخ نظام برہان پوری کی خدمت میں روانہ کرتے رہتے تھے، شیخ نظام اس کو دیکھتے، پڑھتے اور اس میں جو ترمیم واضافہ مناسب خیال کرتے، عمل میں لاتے تھے اور جب اس کی طرف سے اطمینان ہوجاتا۔ تو اس کو ملاحظۂ شاہی کے لئے پیش کیا جاتا تھا، ہفتہ میں تین راتوں میں بادشاہ کے ساتھ محفل قرأت وسماعت منعقد ہوتی تھی، سلطان مولانا نظام کے ساتھ بیٹھ کر، اس کو سنتے، ملاحظہ کرتے اور اس میں جو کمی زیادتی ہوتی، یا جس حذف واضافہ اور ترمیم کی ضرورت محسوس کی جاتی، اس پر بات ہوتی اور اس کے بعد یہ باب یا عنوان مکمل شمار کرلیا جاتا تھا۔ بختاور خاں کے حوالہ سے مؤلف نزہۃ الخواطر نے لکھا ہے کہ:

”وكان يذاكره في إحياء العلوم والفتاوىٰ العالم گيرية وبعض كتب السلوك، ثلاثة أيام في كل أسبوع“ (۳۷)

کام کی تقسیم اور اس کے ذمہ داران

سلطان کے سامنے عالمگیری کا ابتدائی متن یا مسودات پیش کرنے والے علماء میں سرفہرست فتاویٰ عالمگیری کے نگراں اور سرپرست، شیخ نظام برہان پوری، اور میر سید محمد قنوجی کے نام آتے ہیں، بادشاہ کا ہفتہ میں تین دن، شب میں عالمگیری کے مسودات کی سماعت اور اوران کی تحقیق وتکمیل کا معمول تھا، متن کی ترتیب کے علاوہ عبارات کی مشکلات اور ان کی بعض خامیوں پر اور علماء کے ساتھ نشست ہوتی تھی اور بعض پیچیدہ عبارتوں اور مسائل کی تنقیح اور وضاحت کی جاتی تھی، اس کے لئے اور علماء بھی تعاون فرماتے تھے۔ (۳۸)

سلطان اورنگ زیب عالم گیر فتاویٰ عالم گیریہ کے مسودہ کو کس قدر توجہ سے سنتے اور پڑھتے تھے اور اس کی باریکیوں پر نگاہ رکھتے تھے اور سلطان کی اس میں نظر کس قدر تیز تھی اور کس قدر دور تک جاتی تھی، اس کا اندازہ حضرت شاہ ولی اللہ

کے والد ماجد مولانا شاہ عبد الرحیم کے ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے والد ماجد، شاہ عبد الرحیم کے قلم سے، ایک تصحیح کا قصہ

مولانا شاہ عبد الرحیم بھی کچھ وقت کے لئے مجلس تصنیف وفتاویٰ عالمگیری کے رکن رہے تھے، شاہ ولی اللہ نے ان کی روایت سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ شاہ عبد الرحیم فرماتے تھے کہ میں ایک دن فتاویٰ عالمگیری کے ایک مسودہ [باب] پر نظر ثانی کررہا تھا دیکھا کہ نقل میں غلطی ہوگئی ہے، دو عبارتیں یا مسئلے مل گئے ہیں، مخلوط ہو گئے ہیں، تو میں نے اس عبارت کو درست کر دیا اور اس کے حاشیہ پر لکھ دیا:

من لم يتفقه في الدين قد غلط فيه، هذا غلط و صوابه هكذا۔

بعد میں جب یہ اوراق یا مسودہ اپنے وقت پر ملاحظۂ سلطانی کے لئے پہنچا اور مولانا شیخ نظام برہان پوری نے، سلطان کے سامنے پڑھا، شیخ نظام نے اصل مسودہ کی عبارت اور مولانا شاہ عبد الرحیم کا یہ فقرہ، ایک ساتھ پڑھ دیا، سن کر سلطان چونکے اور مولانا نظام سے سوال کیا، یہ کیا قصہ ہے: شیخ نظام نے فرمایا کہ میں اس کا مطالعہ نہیں کرسکا، اس کے متعلق کل کچھ عرض کرسکوں گا۔ شیخ نظام گھر واپس آئے تو ملا حامد پر ناراض ہوئے کہ میں نے یہ جلد تمہارے اعتماد پر چھوڑ دی تھی، تم نے مجھے بادشاہ کے سامنے شرمندہ کرایا، اس وقت تو ملا حامد خاموش رہے، کچھ نہیں کہا بعد میں مولانا شاہ عبد الرحیم سے اس کا ذکر کیا، انہوں نے بتایا کہ یہ معاملہ کیا تھا، یہ میں نے تصحیح کی تھی، مگر مولانا نظام سے اس کے پڑھنے میں کچھ سہو ہوگیا۔ (۳۹)

چند اور علماء جو شرکائے تصنیف کی مشکلات حل کرتے تھے

اطلاعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تصنیف وترتیب کے لئے موجود علمائے کرام کے علاوہ چند ایسے افاضل علماء بھی فتاویٰ عالم گیری کے مرتبین کی مشکلات حل کرنے کے موجود رہتے تھے۔ علی شیر قانع ٹھٹھوی نے سید نظام الدین ثانی کے احوال میں لکھا ہے:

”درفتاویٰ عالمگیری بسا مشکل حل کردہ“ (۴۰)

مجموعی اخراجات

فتاویٰ عالمگیری کی تالیف وترتیب کے علاوہ اس کے کام، مطالعۂ مراجعت وغیرہ کے لئے، جو علمائے کرام، شاہی دربار میں طلب کئے جاتے تھے، ان کی تنخواہوں، یا یومیہ اجرت کے علاوہ اور مصارف بھی شاہی ہدایات کے مطابق ادا کئے جاتے تھے، اسی لئے فتاویٰ کی تالیف وترتیب کا خرچ خاصا بھاری بھرکم ہوا۔ اورنگ زیب کے دربار میں موجود مؤرخ، محمد ساقی مستعد کی اطلاع ہے کہ:

”وہم گی آں فریق بوظائف شائستہ ومواہب ارجمند کامیاب گشتہ، چنانچہ قریب دولک روپیہ صرف لوازم آں کتاب مستطاب کہ مسمیٰ بفتاویٰ عالم گیری است گردیدہ“ (۴۱)

ترجمہ: عمدہ وظیفوں اور شاہی عطایا کی وجہ سے ان سب لوگوں [علمائے کرام] کا تعاون اور مدد حاصل رہی، اس کی وجہ سے کتاب کی تالیف وتدوین اور اس کے متعلقات پر، جو فتاویٰ عالمگیری کے نام سے مشہور ہے، تقریباً دو لاکھ روپئے خرچ ہوئے''

بعد کے تقریباً تمام ہی مؤرخین و مصنفین نے، فتاویٰ عالمگیری پر مجموعی خرچ کی، یہی دو لاکھ کی صراحت کی ہے۔

زمانہ اور مدت تالیف

فتاویٰ عالمگیری کے متعلق اہل تاریخ نے لکھا ہے، کہ دسویں سال جلوس ۱۰۶۸ھ میں اس کی تالیف شروع ہوئی تھی، اس اطلاع کی دو مختلف ذرائع سے تصدیق بھی ہورہی ہے، مثلاً شیخ ابوالمنصور گوپاموی کے تذکرہ میں یہ صراحت ملتی ہے، کہ ان کو سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے جائیداد عطا فرمائی تھی، جو فتاویٰ عالمگیری میں شرکت اور تعاون کے لئے تھی۔ یہ فرمان ۱۱ر ذی الحجہ ۱۰۷۸ھ [۶۸-۱۶۶۷ء] کو جاری ہوا تھا، غالباً یہی فتاویٰ عالم گیری کا سنہ آغاز اور آغاز تصنیف وترتیب ہے۔

۱۰۷۸ھ [۶۸-۱۶۶۷ء] میں کتاب کی تدوین وآغاز کے بعد، اس منصوبہ اور تصنیف پر، بڑی توجہ اور خاصی تیزی سے کام ہوا۔ جمع وترتیب، انتخاب وتلخیص، تصنیف وتالیف کے علاوہ مراجعت، اصول حل مشکلات اور آخری نظر کا کام ساتھ ساتھ چلتا رہا جو دو سال کی قلیل مدت میں ہر جہت سے کامل اور تیار ہوگیا تھا اور ۱۰۸۰ھ [۷۰-۱۶۶۹ء] کے بظاہر آخری دنوں میں اس کے تمام کاموں اور مرحلوں کا اختتام ہوگیا تھا۔

نسخۂ مؤلفین کی نقلیں

جب فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب وتالیف بالکل مکمل ہوگئی اور اس کا آخری مبیضہ یا نسخۂ مصنفین، بادشاہ کی خدمت میں پیش کردیا گیا، تو بادشاہ نے اس کی نقلیں تیار کرنے اور ملک کے ممتاز اہل علم، قاضیوں اور حاکموں کو بھیجنے کے احکامات جاری کئے۔ اس طرح اس کتاب کا مطالعہ اور اس سے نقل واستفادہ پورے برصغیر میں عام ہوگیا تھا اور آہستہ آہستہ یہ کتاب یا مجموعۂ فتاویٰ، ملک کا مرجع فقہ وفتاویٰ بن گیا، اسی کا اثر ہے کہ آج تک ہندو پاکستان کے اکثر کتب خانوں اور ذاتی ذخیروں کے علاوہ، یورپ، ممالک عربیہ اور ترکی کے کتب خانوں میں بھی، عالم گیری کے خطی نسخے خاصی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں مکمل نسخے تو کم ہیں مگر مختلف جلدیں یا نا تمام نقلیں کثرت سے ہیں۔ جس میں خود اورنگ زیب کے زمانۂ حکومت کے مکتوبہ نسخے بھی ہیں۔

نسخۂ مصنفین گذشتہ صدی تک موجود تھا

لیکن ان تمام نسخوں اور نقلوں سے بڑھ کر وہ نسخہ تھا، جس کو نسخۂ مصنفین ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس نسخہ کا تمام نسخوں پر امتیاز اور اس کے متن کی اہمیت وصداقت اور نسخوں سے بہت بڑھ کر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کا یہ نسخۂ مصنفین،

علامہ شبلی نعمانی نے مراد آباد [یوپی] کے ایک ذاتی مگر بہت وقیع، تاریخی ذخیرہ، کتب خانہ خانوادۂ قاضیان مراد آباد میں ۱۹۱۰ء [۱۳۲۸ھ] میں دیکھا تھا۔ علامہ شبلی نعمانی نے، مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی کے نام ایک خط میں لکھا ہے:

''اس وقت مراد آباد میں ہوں، یہاں ایک قدیم خاندان قضاۃ کا ہے، ان کے ہاں شاہی کتب خانہ کی متعدد کتابیں ہیں، عالم گیری کی ایک جلد مسودۂ مصنفین ہے، لیکن یہ ان کا بیان ہے، آج منگوا کر دیکھوں گا۔ (۴۲)

فتاویٰ عالمگیری مقاصد اور امتیازات

عالمگیری، جو اس اہتمام سے علماء کی ایک بڑی جماعت کی محنت و کاوش سے مرتب ہوئی اور جو اس بڑے ملک کے تمام قاضیوں، حاکموں کے لئے بطور رہنما اور بنیادی دستاویز کے لئے لکھی گئی تھی، اس لئے بلاشبہ اس کے اس وقت عام معمول و معروف، ہندوستانی فقہی مصنفات سے خاصا فرق اور امتیاز ہوگا، جس کا اس کے تمام مصنفین و مرتبین کو خوب علم اور گہرا احساس ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری کی چند خصوصیات

اس قدر اہم اور بڑی کتاب میں اگر خود ان پہلوؤں کی وضاحت ہوتی، تو اس پر مزید لکھنے کی ضرورت نہ رہتی اور وہی تحریر یا دیباچہ، تمام پڑھنے والوں کے لئے مفید و مستند ماٰخذ ثابت ہوتا، لیکن اس کے نہ ہونے کی وجہ سے ضرورت ہے کہ اس کی چند خصوصیات اور طریقۂ تالیف و انتخاب کا کچھ ذکر کر دیا جائے۔

فتاویٰ عالمگیری اپنی کچھ خصوصیات میں فقہی مجموعوں سے ممتاز ہے، اس کے دیکھنے سے جو خاص پہلو سامنے آتے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

الف: یہ صرف ایک شخص، یا دو چار علماء کی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ یہ فقہائے حنفیہ کی ایک بڑی جماعت کی محنت ہے۔ عالمگیر نے جن علمائے کرام کو اس کی ترتیب و تالیف کے لئے منتخب کیا تھا، وہ اس دور کے علمی میدانوں میں بہت عالی مقام تھے، زہد و تقویٰ اور تدین و پارسائی میں بھی ان کا مرتبہ بلند تھا، انہوں نے کمال محنت اور بہت عرق ریزی سے یہ اہم فریضہ انجام دیا تھا۔ اس لئے اس میں فقہی غلطیوں کا امکان کم ہے، تاہم اس کے مندرجات سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔

ب: ہندوستان میں علم فقہ کی یہ پہلی مفصل ایسی کتاب ہے، جو ایک بڑے حکمراں بادشاہ کی ذاتی دلچسپی اور ہدایات کی روشنی میں لکھی گئی اور اس پر پورے ملک میں عمل بھی ہوا۔ یہ کتاب کئی بار کتابت و طباعت کی منزلوں سے گذری، اس کے فارسی، اردو، انگریزی زبانوں میں ترجمے کئے گئے، اس کے مضامین و مندرجات سے زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہوئے۔ اگرچہ اس کتاب کے علاوہ بھی مختلف حکمرانوں کے دور میں، فقہاء نے فقہی موضوعات پر عمدہ کتابیں لکھیں اور فقہ پر بہترین مجموعے مرتب فرمائے، جو اس دور کے حکمرانوں سے منسوب ہیں، لیکن ان میں سے اکثر تصانیف قبولیت عام سے محروم رہیں، ان میں سے بیشتر مجموعے اور مصنفات طباعت کے مرحلے سے نہیں گزرے، لیکن فتاویٰ عالمگیری اس

میں بھی سب سے فائق ہے، اس کی تصنیف کے ساتھ ساتھ نقلیں کی گئیں اور شہرت عام نصیب ہوگئی تھی اور اس کو دنیا بھر کے فقہی حنفی سرمایہ میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔

ج: اس میں عبادات پر ہی توجہ نہیں ہے، معاملات کی بھی ضروری تفصیل اور ان کی جزئیات کا واضح تذکرہ ہے اور اہم مسائل پر قابل قدر اہم روشنی ڈالی گئی ہے۔

د: ہر اک مسئلہ کے مأخذ کا حوالہ دیا گیا ہے، اگر مسئلہ واضح کرنے والا اصل آخذ [جس کا حوالہ دیا گیا] سامنے نہیں ہے، جس کی وجہ سے مسئلہ دوسری کتاب سے نقل کیا گیا ہے، تو ''ناقلاًعن فلان'' کا لفظ لکھ کر، اصل آخذ کا ذکر کر دیا ہے۔

ہ: اس میں جو مسائل درج ہیں، وہ فقہ حنفی کے مطابق راجح اور مفتی بہ ہیں یا ظاہر الروایۃ کے ہیں۔ یعنی یہ مسائل فقہ حنفی کی ان چھ معروف کتابوں سے اخذ کئے گئے ہیں، جو امام محمد کی تصنیف ہیں، فقہ حنفی کی اصطلاح کے مطابق ان ہی کو ظاہر الروایۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں: جامع الکبیر، جامع الصغیر، المبسوط، الزیادات، السیر الکبیر اور السیر الصغیر۔

و: فتاویٰ عالمگیری میں اس بات کا تقریباً التزام کیا گیا ہے، کہ ہر ''کتاب'' کے شروع میں مسئلہ متعلقہ کے معنی ومطلب کی وضاحت کر دی جائے، جیسے: کتاب الحوالۃ، کتاب الشھادات یا کتاب الوکالۃ وغیرہ سب کے آغاز میں، اس کی ضروری صراحت ہے کہ حوالہ کے کیا معنی ہیں، شہادت کا کیا مطلب ہے اور وکالہ کسے کہتے ہیں۔

ز: اس کی ترتیب وہی ہے، جو ہدایہ کی ہے۔

ح: تمام مسائل پر اچھی بحث کرکے انہیں واضح کرنے میں احتیاط اور دانش مندی سے کام لیا گیا ہے۔

ط: تکرار اور غیر ضروری چیزوں سے پرہیز کیا گیا ہے۔

ی: غیر ضروری دلائل اور نظائر سے پاک ہے۔

ک: اکثر صورتوں میں احادیث وآراء کے واضح مفہوم کو ملحوظ رکھا گیا ہے، شاذونادر صادر ہونے والے فیصلوں کو نظر انداز کر دیا ہے، اس صورت کے علاوہ کہ جب اس شاذونادر پر عمل کے علاوہ، اس مسئلہ کا کوئی اور حل موجود ہی نہ ہو۔

ل: تمام حوالے مستند کتابوں سے دیئے گئے ہیں، اگر مستند کتب میں ایک ہی مسئلہ کے مختلف حل ہوں، تو اس صورت میں کسی ایک کو ترجیح دی گئی ہے اور اس کے ساتھ نئے دلائل کا اضافہ کر دیا ہے۔

م: کتاب کے بڑے بڑے موٹے موٹے عنوانات، کتب حدیث وفقہ کی طرح، لفظ ''کتاب'' سے واضح اور علیحدہ کئے گئے ہیں۔ ان میں سے کتاب اللقیط، کتاب اللقطۃ، کتاب الاباق اور کتاب المفقود کے علاوہ، باقی تمام عنوانات ومباحث کے لئے علیحدہ ابواب مقرر کئے گئے ہیں، ہر اک باب میں ''فصل'' کے تحت کچھ ذیلی عنوانات قائم کرکے، اس مسئلہ سے متعلق بہت سے ضمنی مسائل کی وضاحت ہے۔ جیسے: کتاب الطھارۃ، سات ابواب پر مشتمل ہے، جنہیں باب اول، باب ثانی، باب ثالث، باب رابع میں تقسیم کرکے الگ الگ کیا گیا ہے، ان میں سے ہر اک باب کے تحت کچھ فصلیں ہیں، اگر یہ فصلیں بھی ایک سے زائد ہیں، تو ان کو فصل اول، فصل ثانی، فصل ثالث سے ممتاز کیا گیا ہے۔

ن: مختصر یہ ہے کہ فتاویٰ عالمگیری ایک گلستان فقہ ہے، جس میں عبادات ومعاملات، دونوں پہلوؤں کو وضاحت

سے بیان کیا گیا ہے اور ہر اک مسئلہ کے ہر گوشہ کو فقہی حوالوں سے منقح کیا گیا ہے۔ کسی حصے میں بھی تشنگی حتی الامکان باقی نہیں رہنے دی گئی۔

نسخۂ مصنفین میں تمہید یا اختتامیہ موجود نہیں

مگر تعجب ہے کہ ایسی مہتم بالشان تالیف، جس کی تصنیف وتدوین پر بادشاہ وقت نے اس قدر توجہ کی، ملک بھر سے بڑے جلیل القدر علماء کو جمع فرمایا، ان کے مختلف زمرے متعین کئے اور اس پر بہت فیاضی سے بڑی رقم خرچ کی، مگر اس بڑی گراں قدر کتاب کے اول میں نہ آخر میں، ایسی کوئی تحریر ودیباچہ، مقدمہ یا اختتامیہ نہیں ہے، جس سے اس کتاب کی تالیف وترتیب کے مقاصد، مرتبین کے طریقۂ کار اور متعلقہ سوالات کے جوابات پر کچھ روشنی پڑتی ہو اور کتاب کے مندرجات، مقاصد، ترتیب اور وجہ انتخاب کا کچھ اندازہ ہوتا ہو۔

یہ بات گذر گئی ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کے آغاز واختتام پر، کہیں بھی، اس خدمت وتالیف کے محرک سلطان اورنگ زیب عالمگیر کا نام، ان کے کسی نائب ومنشی یا کسی درباری کے قلم سے، تمہید یا اختتام کے عنوان سے ایک سطر بھی موجود نہیں، شاید اسی کا خیال کرتے ہوئے اس کے مؤلفین ومرتبین گرامی نے بھی اس کا اظہار نہیں فرمایا۔ ہندوستان کی ابتدائی اور دوسری طباعت پر مصححین اور ناشرین کی، ایک ایک صفحہ کی وجہ اشاعت درج ہے، لیکن بولاق کی طباعتوں پر مطبع کے مصححین کے قلم سے دو تین تحریریں، کلمۂ آغاز، اختتام اور عرض تصحیح کا اضافہ ہے، یہی الفاظ بعض ہندوستانی طباعتوں میں بھی چھپ گئے ہیں، جن کی وجہ سے یہ غلط فہمی ممکن ہے کہ یہ تحریر مصنفین عالم گیری کی ہے، مگر یہ خیال صحیح نہیں، اس لئے اس پر توجہ ضروری ہے۔ (۴۳)

عالمگیری کی سب سے پہلی طباعت

فتاویٰ عالمگیری کی دنیا بھر میں سب سے پہلی طباعت، مطبع تعلیمی [Education Press] کلکتہ کی ہے، اس مطبع نے عالمگیری کی طباعت کا کام ۱۸۲۷ء [۱۲۴۴ھ] میں شروع کیا تھا، جو چار سال کی محنت وکاوش کے بعد، ۱۸۳۲ء [۱۲۴۸ھ] میں مکمل ہوا، یہ طباعت چار بہت ضخیم جلدوں پر مشتمل تھی۔ (۴۴)

طبع ثانی، کلکتہ ۱۸۴۲ء [۱۲۵۶ھ]

عالم گیری حال آں کہ چار بڑی جلدوں پر مشتمل خاصی بھاری بھرکم کتاب تھی اور اس وقت کی قوت خرید کے مطابق، اس کی قیمت بھی بہت زیادہ تھی، مگر اس طباعت اور کتابوں کی طرح بہت مانگ ہوتی، اور یہ نسخہ بہت جلد ختم ہو کر تاجران کتب اور ناشرین کے یہاں سے ختم ہو گیا تھا مگر اس کی طلب اور خریدار بہت تھے، اس لئے بنگال بلکہ ہندوستان کے ایک بڑے، وقیع علمی ادارہ، ایشیاٹک سوسائٹی [Asiatic Society] کلکتہ نے اس کی نئی طباعت کا فیصلہ کیا، اور اس کی تصحیح ونگرانی کے لئے جید علماء کی ایک جماعت کا انتخاب کیا، علمائے کرام کی اس جماعت نے، جس کے سربراہ مولانا محمد عبداللہ تھے، اس دوسری طباعت پر خاص توجہ کی، پہلی طباعت میں جو غلطیاں رہ گئی تھیں، ان کی تصحیح ونظر ثانی کی، پوری

کتاب پر نظر ثانی فرمائی اور خاصی محنت کے بعد، ایشیاٹک سوسائٹی [Asiatic Society] کے سلسلۂ مطبوعات میں اس کی اشاعت ہوئی۔ تصحیح ونگرانی فرمانے والے تین ممتاز ومنتخب علماء تھے، یہ تینوں اس وقت کے برصغیر کے ممتاز علمی ادارے، مدرسہ مولوی محسن علی [بندر ہوگلی] میں استاد تھے، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا منصور احمد پورنوی، مولانا غلام مخدوم بلیاوی، اور مولانا ظہور الحسن پورنوی

تینوں نے عالم گیری کے متن کو طباعت کے ساتھ صحیح ومنقح کیا اور یہ نسخہ خاصے سلیقہ سے نسبۃً جلی حروف میں، سفید موٹے کاغذ پر چھپا۔ عالمگیری کی بعد کی تمام طباعتوں کی اصل یہی کلکتہ کی دوسری طباعت ہے، اس لئے اس کا کسی قدر مفصل تعارف دیا جارہا ہے۔

یہ طباعت بڑی پیمائش کی چھے جلدوں اور چار ہزار سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے، اس کی طباعت ۱۲۵۸ھ [۱۸۴۲ء] میں شروع ہوکر، ۱۲۵۱ھ [۱۸۳۵ء] میں مکمل ہوئی، ہر اک کتاب کے آغاز پر، عربی میں کتاب کا نام اور متعلقہ اطلاعات چھپی ہوئی ہیں، یہی اطلاعات آخری صفحہ پر انگریزی میں بھی ہیں۔

اس طباعت کا یوسف سرکیس اور دوسرے فہرست نگاروں نے بہت کم تذکرہ کیا ہے، اس لئے اس کا تفصیلی تعارف ملاحظہ ہو:

الفتاویٰ العالمگیریہ [الہندیہ] طبعۃ ایشیاتک سوسائتی، کلکتہ

(۱) المجلد الأول [کتاب الطہارۃ سے کتاب الطلاق تک] مطبوعہ ۱۲۵۸ھ [۱۸۴۲ء] صفحات: ۷۶۳

(۲) المجلد الثانی [کتاب العتاق سے کتاب الوقف تک] مطبوعہ ۱۲۵۸ھ [۱۸۴۲ء] صفحات: ۵۶۵

(۳) المجلد الثالث [کتاب البیوع سے کتاب الوکالۃ تک] مطبوعہ ۱۲۵۹ھ [۱۸۴۳ء] صفحات: ۷۵۹

(۴) المجلد الرابع [کتاب الدعوی سے کتاب الاجارۃ تک] مطبوعہ جمادی الاخری ۱۲۴۸ھ [اکتوبر ۱۸۳۲ء] صفحات: ۷۵۹

(۵) المجلد الخامس [کتاب المکاتب سے کتاب الرہن تک] مطبوعہ ربیع الاول ۱۲۵۰ھ [جولائی ۱۸۳۴ء] صفحات: ۶۹۷

(۶) المجلد السادس [کتاب الجنایات سے کتاب الفرائض تک] مطبوعہ رجب ۱۲۵۱ھ [اکتوبر ۱۸۳۵ء] صفحات: ۶۶۷

فتاویٰ عالمگیری کی ایک قدیم اور یادگار طباعت

کلکتہ کی طباعتوں کے بعد عالمگیری کی جو اشاعتیں جلوہ نما ہوئیں، ان میں سے ایک قابل توجہ اشاعت مطبع احمدی [باہتمام اموجان] دہلی کی ہے۔ یہ طباعت دہلی سے منشی محمد حسین کے اہتمام وانصرام سے چھپی تھی۔ منشی محمد حسین نے لکھا ہے کہ پرانی طباعت کلکتہ کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں تھا، اس لئے میں نے علماء کی ایک جماعت سے نسخہ کلکتہ کی مزید تصحیح یا نظر ثانی کرائی اور پہلی مرتبہ یہ اہم کتاب ٹائپ سے ہٹ کر باریک نسخ میں کتابت کرائی گئی، اور طباعت کے عام [حجری]

طریقہ پر شائع کی گئی۔

منشی محمد حسین کا مرتب کرایا ہوا یہ نسخہ شعبان ۱۲۷۸ھ [فروری ۱۸۶۲ء] میں دہلی کے ایک ممتاز اشاعتی مرکز، مطبع مرزا اموجان، احمدی پریس شاہدرہ دہلی سے، عام کتابی پیمائش سے خاصے بڑے ناپ کے چھے حصوں پر مشتمل، دو بڑی جلدوں میں چھپا تھا، ہر اک جلد میں تین تین حصے شامل ہیں۔ باریک عربی خط [نسخ] کی کتابت ہے، فی صفحہ چوالیس سطریں آئی ہیں، عمدہ طباعت ہے اور اس دور کے شاید سب سے عمدہ اور باریک کاغذ پر چھپی ہے، پہلی جلد کے تینوں حصوں کے مجموعی طور پر پانچ سو اکتیس صفحات ہیں۔ اس کے بعد اسی طباعت کی نقل، مطبع نول کشور، لکھنؤ نے چھاپی، کان پور کے مطابع سے بھی شائع ہوئی اور دوسرے مقامات سے بھی۔

بولاق، مصر کی طباعتیں

عرب ملکوں یا دنیائے اسلام میں طباعت کے فن اور پریس کا ہندوستان میں دینی، اسلامی، اساسی کتابوں کی طباعت کے پچاس سال بعد آغاز ہوا، جس میں ان کتابوں پر بھی توجہ کی گئی، جو ہندوستان میں شائع ہو چکی تھیں اور عالم اسلام میں ان کی ضرورت تھی، ایسی کتابوں میں فتاویٰ عالمگیری بھی شامل تھی، جس کو فتاویٰ ہندیہ کے نام سے شائع کیا گیا تھا۔

فتاویٰ عالم گیری کی یہ طباعت مطبع بولاق، مصر کی ہے، جو ۱۳۱۰ھ [۹۳-۱۸۹۲ء] میں مطبع کے مصححین شیخ عبدالرحمان حنفی بحراوی اور محمد حسین کی تصحیح سے چھے جلدوں میں چھپی۔ بعد میں اس کے عکس [Re-print] بار بار چھپتے رہے اور اب بھی چھپتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری کے ترجمے

فتاویٰ عالمگیری، ہندوستان کے تمام قاضیوں، علماء اور اہل فقہ و فتاویٰ کے لئے لکھی گئی تھی، ملک کی پڑھنے لکھنے کی عام زبان فارسی تھی، بہت سے اہل علم اور عام پڑھنے والوں کے لئے فارسی ہی پڑھنے، استفادہ کی زبان تھی، اس لئے ضروری تھا کہ اس کو فارسی میں منتقل کر لیا جائے، اس بڑی ضرورت کا خود بادشاہ کو بھی گہرا احساس تھا، اس لئے انہوں نے اس کے ترجمہ میں بھی پوری دلچسپی لی اور ترکی کے ایک فاضل کو، جو عربی، فارسی دونوں زبانوں میں اعلیٰ کمال رکھتے تھے، عالمگیری کے فارسی ترجمہ کے لئے مقرر فرمایا۔ شیخ عبداللہ چلپی نے اس کا عمدہ ترجمہ کیا، مولانا عبدالحی حسنی نے محمد بقاء سہارنپوری کے حوالہ سے لکھا ہے:

”وأمر بترجمة الفتاویٰ العالمگیریة ذكره السهارنپوري“ (۴۵)

عبداللہ چلپی نے یہ ترجمہ کیا، یہ ترجمہ آخر تک پہنچ گیا تھا، یا ناتمام رہا، اس کی صراحت نہیں ملی، راقم کو اس کے خطی نسخوں کا علم نہیں۔

فارسی کا ایک اور ترجمہ

فارسی میں عالمگیری کا ایک اور ترجمہ، گیارہویں صدی کے مؤلف ومترجم حبیب اللہ نے کیا تھا، اس ترجمہ کا خود، مترجم نے تذکرہ کیا ہے۔ حبیب اللہ نے علمائے دہلی کے احوال پر اپنی تصنیف: ''ذکر جمیع اولیائے دہلی'' میں لکھا ہے کہ وہ عالم گیر کی دختر، زیب النساء کی سرکار سے وابستہ تھے، اس دوران فتاویٰ عالمگیری کے فارسی ترجمہ میں مصروف تھے۔ حبیب اللہ نے لکھا ہے:

''چندے در سرکار زیب النساء بنت عالم گیر، ترجمہ فتاویٰ عالمگیری نمود'' (۴۶)

مگر اس ترجمہ کا کہیں اور ذکر نہیں ملتا اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ کہاں تک پہنچا تھا اور اس کا نسخہ موجود ہے یا ضائع ہو چکا ہے۔

خلاصۂ عالم گیری، فارسی

انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کے بعد اپنا پورا نظام قائم کرلیا تھا، جن عدالتوں، قاضیوں کا اہتمام اور اس کے لئے ضروری کتابوں کی طباعت اور فراہم کا اہتمام بھی تھا۔ اسی ضرورت کے تحت ان کو فتاویٰ عالمگیری کے ایک مختصر فارسی ترجمہ کا خیال ہوا، جس کو انگریز دفاتر کے حکام اور فیصلے کرنے والے اپنے سامنے رکھ سکیں، جو چند افراد اعلیٰ درجہ میں یہ ترجمے کر سکتے تھے، ان میں سے ایک بڑی شخصیت، مولانا قاضی نجم الدین کاکوروی کی تھی۔ مولانا مفتی نجم الدین انگریزوں کے نظام عدالت میں پورے ملک کے قاضی القضاۃ، فقہ وفتاویٰ کے ممتاز ترین علماء میں ناموراور قضاء وافتاء کا مکمل تجربہ رکھنے والے تھے، اور ملک بھر میں پیش آنے والے تمام معاملات کو خوب اچھی طرح جانتے پرکھتے تھے۔

قاضی صاحب نے کتاب کے ان خاص ابواب کا فارسی میں ترجمہ اور شرح کی، جن کی حاکموں، قاضیوں کو بطور خاص ضرورت رہتی تھی، یہ شرح وترجمہ کتاب الجنایات کے نام سے کئی مرتبہ شائع بھی ہوئی، اور اس کے قلمی نسخے بھی دستیاب ہیں۔

اردو ترجمے

فتاویٰ عالمگیری کے اردو میں دو ترجمے ہوئے، ایک کامل بلکہ مکمل واکمل، دوسرا ناقص ونا تمام! پہلا مکمل ترجمہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ نے کرایا تھا اور اسی نے اس کو کئی مرتبہ بہت اہتمام سے شائع کیا۔ منشی نول کشور نے اس کا ترجمہ تین علیحدہ علماء سے کرایا، اول دو جلدیں کسی عالم نے ترجمہ کر کے دیدیں تھیں، مگر وہ ترجمہ اس قدر غلط اور بے وزن تھا، کہ اہل علم نے اس کو دیکھنا بھی پسند نہ کیا، اس لئے اس کے بعد ایک جید عالم مولانا احتشام الدین مرادآبادی کو اس کے لئے منتخب کیا، مولانا نے دو جلدوں کا ترجمہ کیا، یہ عمدہ لائق اعتماد ترجمہ تھا، مگر کسی وجہ سے مولانا اس میں آگے توجہ نہ کر سکے، تو اس ترجمہ کی نظر ثانی اور باقی جلدوں کے ترجمہ کے لئے مطبع نول کشور سے وابستہ ایک جلیل القدر اور دیدہ ور محقق وفقیہ، مولانا سید امیر علی محدث ملیح آبادی سے اس ترجمہ کی درخواست کی گئی، مولانا امیر الدین نے اپنے مزاج ومعمول کے

مطابق، اس پر خاطر خواہ توجہ فرمائی اور اس کا ترجمہ بڑی شان سے مکمل فرمایا۔

یہ ترجمہ اردو زبان کے اعلیٰ علمی دینی کتابوں کے ترجموں میں ایک لائق فخر اور مایۂ ناز ترجمہ کہا جاسکتا ہے، مولانا سید امیر علی کے ترجموں کا ایک بڑا امتیاز یہ ہے کہ مولانا بہت بڑے مصنف، محقق حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے خاص شاگرد اور دیدہ ور عالم اور صاحب نظر مصنف تھے۔

مولانا نے جس کتاب کا ترجمہ کیا اس میں واقعہ یہ ہے کہ چار چاند لگادیئے (۴۷) اس کتاب کے متن، مندرجات ومباحث پر ایسی باریک اور گہری نظر کے ساتھ گرفت فرماتے ہیں اور ان کا ایسا عمدہ اور فاضلانہ حل پیش کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کو بڑا نفع اور بصیرت حاصل ہوتی ہے، عالم گیری کا ترجمہ بھی اس کا ایک بہترین اور تمام ترجمہ کرنے والوں کے لئے بڑی مثال ہے۔

مولانا ملیح آبادی نے اس کا عام ترجمہ نہیں کیا، بلکہ اپنے خاص علمی مزاج اور معمول کے مطابق، اس کو اصل سے زیادہ علمی، مفید اور کارآمد بنانے کی نہایت عمدہ کوشش کی ہے، ترجمہ سادہ عام فہم ہے مگر مصنف اور متن کتاب کی پیروی وہیں تک ہے، جہاں تک وہ صحیح ہے، اگر اس میں مسئلہ کی، زبان وبیان کی، الفاظ وکلمات وغیرہ کی کچھ بھی کمی ہے، تو مولانا اس کی مکمل فوراً تصحیح کریں گے اور بہت سے مقامات پر **قال المترجم** کے تحت اپنی تحقیقات اور وہ مباحث پیش کریں گے، جن سے اصل کتاب کا دامن خالی ہے، یہ تمام افادات اپنے آپ میں ایک تحفہ اور اس موضوع کے طلبہ ہی نہیں، علمائے کرام کے لئے بصیرت افروز اور علم افزا ہیں۔

مولانا نے اس پر ایک بہت وقیع اور فقہ سے متعلق علوم ونکات سے لبریز، ایک مفصل، جامع اور ایسا بھرپور مقدمہ لکھا ہے، جو بہت بڑا علمی رہنما اور منبع علوم ہے، اس میں فقہ کے تمام گوشوں، عنوانات ومتعلقات پر بہت تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، امکان بھر کسی پہلو کو تشنہ ونا تمام نہیں چھوڑا۔ علم فقہ، علمائے فقہ، مراتب فقہ وفقہاء اور متعلقات فتاویٰ عالمگیری سب ہی پہلوؤں کو روشن کردیا ہے، اس میں مولانا کا بالکل وہی رنگ، وہی انداز جو اُن کے استاذ جلیل فخر المتاخرین مولانا عبدالحی فرنگی محلی کا ہے۔

علامہ سید امیر علی ایک ایک عنوان، باب بلکہ ہر اک مسئلہ اور اس کی عبارتوں پر، بہت دقت نظر سے توجہ کرتے ہیں، مؤلفین کتاب سے اگر کسی مسئلہ کے بیان میں سہو وخطا ہوئی ہے تو اس کی وضاحت فرمائیں گے، اس کے علاوہ عالم گیری کے جملہ مندرجات کی فاضلانہ تصحیح کرتے ہوئے آگے چلتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ عالم گیری میں جو جزئیہ نقل ہوا ہے، اگر وہ خود تصحیح چاہتا ہے، مسئلہ مفتی بہ وہ نہیں ہے، جو اس کتاب میں نقل ہوا ہے جس سے عالم گیری میں لیا گیا ہے، اصل مسئلہ جس پر اعتماد ہے وہ کتاب فلاں میں ہے اور وہ اس طرح ہے۔

تصحیح متن کے لئے بے نظیر کاوش

حضرت مترجم، مولانا سید امیر علی نے عالم گیری کی تصحیح پر توجہ فرمائی اور اس کا جو نمونہ پیش فرمایا ہے، وہ کم سے کم اردو ترجموں میں بے مثال ہے۔ مولانا ملیح آبادی نے اس کے متن پر جس باریکی سے نگاہ ڈالی اور حرف حرف کی تصحیح کی وہ

قابل ملاحظہ ومطالعہ ہی نہیں، اہل علم اور فتاویٰ عالمگیری سے استفادہ کرنے والوں کے لئے، بے مثال سرمایہ ہے۔

مولانا ملیح آبادی کے سامنے عالم گیری کی کلکتہ کی دوسری طباعت تھی، مولانا امیر علی نے ترجمۂ فتاویٰ عالمگیری کے مقدمہ میں، تقریباً پچاس صفحات میں فتاویٰ عالمگیری کے متن میں درج کتب فقہ کے اقتباسات اور جزئیات کی تصحیح کی ہے، یہ لفظ غلط ہے، اس میں ج کی جگہ ف آ گیا ہے، اس میں میم کی جگہ قاف ہے، یعنی ایک ایک حرف کی صحت کی کوشش کی اوران اغلاط کی وجہ سے متن کتاب اور مسائل کی صحت جس طرح ہوئی ہے، مولانا نے اس پر بہت قابلیت، وسعت نظر اور انتہائی گہرائی سے مفصل گفتگو فرمائی ہے، یہ بحث مقدمہ ترجمہ فتاویٰ عالمگیری کی بڑی ناپ (A/4) کے پچاس سے زائد صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، جس کا ۲۷ رسطری مسطر ہے۔ اگر اس کو مرتب کر کے شائع کیا جائے تو تقریباً ڈھائی سو صفحات کی کتاب ہوسکتی ہے۔

تصحیح کا کام کس بالغ نظری سے انجام پایا ہے، اس کا اس سے کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا نے عالمگیری کے متن، مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کی آخری چار جلدوں کی اغلاط کی وضاحت وتفصیل تحریر فرمائی ہے، مولانا نے اس عنوان کے آغاز پر لکھا ہے:

اس فتاویٰ کا کوئی قلمی نسخہ جس پر اعتماد ہو مترجم کو دستیاب نہیں ہوا، ہاں مطبوعہ نسخے جو مختلف مطابع میں چھپے ہیں نظر سے گذرے، غالباً مطبوعہ کلکتہ جو عموماً علماء زمانہ میں بہت مستند سمجھا گیا ہے، وہی باقیوں کا منقول عنہ ہے اور اس کے بعض حواشی سے یہ بات البتہ ظاہر ہے کہ اس کی طبع وصحت کے وقت، متعدد نسخے قلمی بکمال اہتمام مع کتب لغات موجود تھے اور شاید اسی اہتمام پر نظر سرسری اس امر کا باعث ہوئی کہ اس کی صحت پر تمام وثوق مشتہر ہو رہا ہے۔

چونکہ ترجمہ کے شرائط سے ہے کہ مترجم کو اصل کے ادراک سے بہرہ وافی ہوجائے، تب اس کو دوسری زبان میں لاسکتا ہے۔ لہٰذا بتوفیق اللہ عزوجل اس میں تا مقدور کوشش کی نظر رہی، جس کے عمدہ نتائج سے ایک یہ ہے کہ اس معتمد اصل، یعنی مطبوعہ کلکتہ میں بھی بکثرت اغلاط ظاہر ہوئے، ازاں جملہ بعضے ایسے بھی ہیں کہ ذمہ دار صحت نے منقول عنہ سے اس باعث سے مخالفت کی کہ اس کے زعم میں منقول عنہ کا یہ مقام سہو یا غلط تھا حالانکہ اس نے اپنی اصلاح میں خود غلطی اٹھائی لیکن اصل عبارت حاشیہ پر لکھ دی، جس سے صحت مقام دستیاب ہوجانے پر اس کا شکریہ ادا کرنا چاہئے اور دیگر مقامات میں ظاہر نہیں ہوتا کہ منقول عنہ اسی طرح سہو کے ساتھ اس کو حاصل ہوئی یا طبع کی بے اعتدالی ہے اور چونکہ علاوہ ایک عظیم فائدے کے بنظر ترجمہ بھی، مزید احتیاط اسی میں ہے کہ ان مقامات میں سے چند خفیف وچند قابل اہتمام نظر مواضع کو مقدمہ میں لکھ دوں جو مطبوعہ کلکتہ سے بعد طبع ترجمہ مقابلہ کرنے کی توفیق حاصل ہونے میں نظر آئی، اگرچہ جس اصل سے ترجمہ کیا گیا تھا، بوقت ترجمہ اُسی اصل کی فروگذاشت کا زعم تھا۔ (۴۸)

تصحیح کے مختصر نمونے درج ذیل ہیں:

- کتاب الصلوٰۃ، باب چہارم، مسئلہ الخلاصہ۔ لفظ عزال فقط بزاء معجمہ مسطور ہے اور ظاہراً صحیح عزرال ہے، اول زائے معجمہ پھر مہملہ
- باب ہفتم، مسئلہ کافی میں لایلقی بصیغۂ نفی منقول ہے، اور صواب میرے نزدیک صیغۂ اثبات ہے۔ ص:۴۲

- مبسوط سرخسی میں لکھا ہے: ''وأدی الذکوۃ من السائمۃ'' اورصواب من الدراھم ہے۔
- مسئلہ سراج الوہاج میں لکھا ہے: فلہ حصۃ من الثمر اورصواب من الثمر ہے۔
- کتاب الرجوع عن الشھادۃ، باب :٦ الحاوی نحوہما غلط ہے، صواب: نجوھما، أی نجوم الأمۃ المکاتبۃ۔

پورے پچاس صفحات [خیال رہے کہ بڑی ناپ کے ستائیس سطری صفحہ کے صفحات] اسی طرح کی تصحیحات اور مہارت ودقت نظر سے مالا مال اور بعض مرتبہ حیران کر دیتے ہیں۔

اس مقدمہ کے مندرجات وخصوصیات پر ایک بڑے مقالہ کی علیحدہ ضرورت ہے، مختصر یہ ہے کہ اس مقدمہ سے ہمارے اہل فتویٰ اور دوسرے اہل علم کو خصوصاً خاص فائدہ اٹھانا چاہئے۔

یہ مقدمہ دوسو بارہ صفحات پر مشتمل ہے اور کتاب کی جلد اول کا ترجمہ تین سو آٹھ صفحات میں آیا ہے۔

یہ ترجمہ دس جلدوں میں مکمل ہوا اور چھپا، پیش نظر طباعت، منشی نول کشور کے مطبع لکھنؤ کی ہے، ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی تھی۔ یہ غالباً اس ترجمہ کی تیسری اشاعت ہے۔

عالمگیری کا ایک اور ترجمہ، دیوبند سے بھی چھپا تھا، جس پر اس ترجمہ کی طباعت کا مکتبہ آفتاب ہدایت، دیوبند نے اہتمام کیا تھا اور اس کی قسطیں حضرت مفتی عزیز الرحمان کے گھر سے چھپتی رہیں، سب سے پہلے اس کا نگراں، مولانا مفتی جمیل الرحمان مفتیٔ دارالعلوم کو متعین کیا گیا، مفتی صاحب نے یہ خدمت مولانا لقمان الحق فاروقی کے سپرد کی کہ وہ اس کو انجام دیں اور مکتبہ آفتاب ہدایت اس کو شائع کرے، مولانا لقمان صاحب نے کسی واضح اور مفصل تمہید کے بغیر اس کا آغاز کر دیا اور مکتبہ آفتاب ہدایت نے شائع کرنا شروع کیا، مگر افسوس ہے کہ پہلی دوسری قسطوں پر سنین طباعت درج نہیں، لیکن اندرونی اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی طباعت ۱۹۶۴ء میں شروع ہوئی تھی، مگر اس کے نگراں اور مترجم تبدیل ہوتے رہے، مولانا لقمان الحق صاحب کے بعد، کتاب النکاح اور کتاب کے جزء:٦ سے ترجمہ کا کام، مولانا خورشید عالم صاحب، استاذ دارالعلوم دیوبند کو منتقل ہوا، جو بہت فاضل اور ممتاز ترجمہ نگار تھے۔ کتاب الطلاق اور اس اشاعت کے جزء:٩ تک مولانا خورشید عالم کا ترجمہ ہے اور یہاں سے، رجعت اور ان کے طریقوں سے مولانا عبداللہ سلیم صاحب کا ترجمہ شروع ہوگیا، لیکن مولانا کا صرف ایک ہی قسط کا ترجمہ ہے، اس کے بعد کی چار قسطیں مولانا مفتی نظام الدین صاحب کے قلم سے آئیں اور یہ مجموعہ چودہ قسطوں میں کتاب الأیمان تک شائع ہوا۔ اس کے بعد اور قسطیں چھپیں یا کیا ہوا، اس کا مجھے علم نہیں ہے۔

❍❖❍

حوالہ جات:

(۱) مآثر عالم گیری فارسی۔ محمد ساقی مستعد۔ ص: ۲۳۳ [نول کشور، لکھنؤ ۱۸۷۳ء] تقریباً یہی بات فتاویٰ عالمگیریہ مطبوعہ مطبع احمدی، اموں جان [دہلی: ۱۲۷۸ھ] کے سرورق پر لکھی ہے اور یہی مولوی ذکاء اللہ نے تاریخ ہندوستان

جلد ہشتم ص: ۴۷-۳۴۷۔[لاہور:۲۰۱۰ء] میں کہی ہے۔

(۲) اورنگ زیب عالمگیر ذی قعدہ ۱۰۶۸ھ [جولائی ۱۶۵۸ء] یوم جمعہ کو تخت نشین ہوا۔ آثر عالمگیری۔ محمد ساقی مستعد ص:۵ [مطبع نول کشور لکھنؤ:۱۸۷۳ء] اس کے دس مہینوں کے بعد، ۲۴/ رمضان المبارک ۱۰۶۹ھ [اگست ۱۶۵۹ء] میں پورے تزک واحتشام کے ساتھ تخت نشینی کی روایت خاص ادا کی گئی۔ آثر عالمگیری فارسی، ص:۱۲[لکھنؤ:۱۸۷۳ء]

(۳) آثر عالمگیری، ص:۲۳۳

(۴) نزہۃ الخواطر، مولانا عبدالحی حسنی، ص:۴۳۲۔ جلد:۵[دائرۃ المعارف، حیدرآباد:]

(۵) نزہۃ الخواطر، مولانا عبدالحی حسنی، ص:۵۸۔ جلد:۶[دائرۃ المعارف، حیدرآباد:]

(۶) محبوب الالباب [تعارف مخطوطات] تالیف: خدابخش خاں، ص:۵۱۷[خدابخش لائبریری پٹنہ:۱۹۹۱ء]

(۷) فرحت الناظرین، محمد اسلم پسروری، ترجمہ ایوب قادری، ص:۱۳۱[کراچی:۱۹۷۲ء]

(۸) نزہۃ الخواطر، ص:۴۴۳۔ جلد:۵

(۹) مقدمہ، ترجمہ فتاویٰ ہندیہ از مولانا سید امیر علی ملیح آبادی ص:۲۰۸۔ جلد اول [مطبع نول کشور لکھنو:۱۹۳۲ء]

(۱۰) الف: نزہۃ الخواطر مولانا عبدالحی حسنی ص:۴، جلد:۶[طبع دوم، دائرۃ المعارف، حیدرآباد:۱۳۹۸ھ] ب: برصغیر میں علم فقہ۔ مولانا اسحاق بھٹی، ص:۳۲۱[بیت الحکمت، لاہور:۱۴۳۰ھ]

(۱۱) الف: نزہۃ الخواطر ص:۳۶، ج:۵[طبع دوم] ب: فتاویٰ عالمگیری اور ان کے مؤلفین۔ مولانا مجیب اللہ ندوی ص:۹۰[لاہور ۱۹۸۸ء] ج: دیار پورب میں علم اور علماء۔ قاضی اطہر مبارک پوری ص:۱۱۹، د: برصغیر میں علم فقہ، ص:۳۱۸[البلاغ پبلیکیشنز دہلی:۱۴۳۰ھ]

(۱۲) الف: تحفۃ الکرام۔ میر علی شیر قانع ٹھٹھوی، ج:۳، ص:۲۱۸، [مطبع ناصری، دہلی:۱۳۰۴ھ] ب: تذکرہ علمائے ہند، [فارسی] رحمان علی ص:۲۶۱[طبع دوم مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۴ء] تذکرہ علمائے ہند، ترجمہ اردو، ایوب قادری ص:۶۹۱[طبع اول ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی:۱۹۶۱ء۔ طبع دوم کراچی:۲۰۰۳ء]، ج: نزہۃ الخواطر ص:۱۸، ج:۵[طبع دوم]، د: تذکرہ مشاہیر سندھ۔ مولانا دین محمد وفائی، ص:۵۰۷[سندھی ادبی بورڈ، جام شورو سندھ ۲۰۰۵ء]، ہ: برصغیر میں علم فقہ، ص:۲۹۴، و: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص:۱۰۲

(۱۳) الف: نزہۃ الخواطر ص:۱۶، ج:۶[طبع دوم]، ب: برصغیر میں علم فقہ ص:۳۵۱، ج: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین، ص:۹۷

(۱۴) الف: نزہۃ الخواطر ص:۲۲، ج:۶[طبع دوم]، ب: دیار پورب میں علم اور علماء، ص:۱۲۰، ج: برصغیر میں علم فقہ، ص:۳۲۲

(۱۵) الف: آثر عالمگیری۔ محمد ساقی مستعد ص:۱۰۷، ۱۷۲، ۲۲۵[مطبوعہ نول کشور۔ لکھنؤ: اکتوبر ۱۸۷۳ء]، ب: فرحت الناظرین۔ محمد اسلم ابن محمد حفیظ انصاری، ص:۱۳۱، مترجم۔ پروفیسر محمد ایوب قادری [اکیڈمی آف ایجوکیشنل

ریسرچ پاکستان ۱۹۷۲ء]، ج: تذکرہ علمائے ہند۔ص: ۲۷۴،تذکرہ علمائے ہند، ترجمہ اردو ایوب قادری ص:۵۸۹ [طبع اول ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی:۱۹۶۱ء۔طبع دوم، ص:۷۲۹ کراچی: ۲۰۰۳ء]،د:نزہۃ الخواطر ص:۴۳۲، ج:۵،[طبع دوم]،ہ:برصغیر میں علم فقہ،ص:۳۳۶

(۱۶)الف: نزہۃ الخواطر ص:۲۹۴،ج:۶[طبع دوم]،ب: برصغیر میں علم فقہ،ص:۲۹۷،ج:فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۳۰

(۱۷) الف: نزہۃ الخواطر ص:۵۸،ج:۶[طبع دوم]،ب: برصغیر میں علم فقہ،ص:۳۱۳،ج:دیار پورب میں علم اور علماء،ص:۱۲۱،د: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۱۰۲

(۱۸) الف: تحفۃ الکرام،ص:۲۲،جلد:۲،ب:فرحت الناظرین،ص:۱۲۹[ترجمۂ اردو]،ج:تذکرہ علمائے ہند،ص:۲۶۴،تذکرہ علمائے ہند، ترجمہ اردو ایوب قادری ص:۵۹۰[طبع اول ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی:۱۹۶۱ء۔طبع دوم،ص:۷۳۰ کراچی:۲۰۰۳ء]،د:نزہۃ الخواطر،ص:۴۳۲،ج:۵۔ص:۶۲،ج:۶[طبع دوم] ہ:محبوب الالباب، ص:۵۱۸۔و:فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۱۰۳

(۱۹) الف: مآثر عالمگیری،ص:۴۵۔۴۶،ب:تحفۃ الکرام،ص:۲۳،جلد:۲، ج: فرحت الناظرین،ص: ۱۲۵[ترجمۂ اردو]، د: تذکرہ علمائے ہند،ص:۲۷۵،تذکرہ علمائے ہند، ترجمہ اردو ایوب قادری ص:۵۹۰[طبع اول ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی:۱۹۶۱ء۔طبع دوم،ص:۷۳۰ کراچی:۲۰۰۳ء]ہ:نزہۃ الخواطر،۳۷۵۔۴۳۲،ج:۵[طبع دوم]و:محبوب الالباب،ص:۵۱۷،ز:فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۳۳،ح:برصغیر میں علم فقہ،ص:۳۰۰

(۲۰) الف: نزہۃ الخواطر ص:۳۰۳،ج:۶[طبع دوم]،ب: برصغیر میں علم فقہ،ص:۳۲۹

(۲۱) الف: مآثر عالمگیری،ص:۴۵،ب:نزہۃ الخواطر ص:۱۵۲،ج:۵[طبع دوم]،ج: برصغیر میں علم فقہ، ص:۲۹۶،د:ماہنامہ معارف،اعظم گڈھ[دسمبر ۱۹۶۵ء]۔ص:۴۰۶

(۲۲) الف: ماہنامہ معارف[اپریل ۱۹۳۷ء] ص:۲۸۵،ب: برصغیر میں علم فقہ،ص:۳۴۹،ج: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۱۰۵

(۲۳)الف: انفاس العارفین،حضرت شاہ ولی اللہ،ص:۲۴[مطبع احمدی،دہلی]،ب:نزہۃ الخواطر ص:۱۴۶، جلد:۶[طبع دوم]،ج:برصغیر میں علم فقہ،ص:۳۳۸،د:فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۳۴

(۲۴) الف: نزہۃ الخواطر ص:۱۵۴،جلد:۶[طبع دوم]،ب:دیار پورب میں علم اور علماء ص:۱۲۲، ج:برصغیر میں علم فقہ،ص:۳۱۶

(۲۵) الف: نزہۃ الخواطر ص:۱۵۸،ج:۶،[طبع دوم]،ب: برصغیر میں علم فقہ،ص:۳۲۵

(۲۶) الف: تذکرہ علمائے ہند،ص:۱۴۰،ب:نزہۃ الخواطر ص:۱۸۱،جلد:۶،[طبع دوم]،ج: دیار پورب میں علم اور علماء ص:۱۲۲، د: برصغیر میں علم فقہ،ص:۳۲۶

(۲۷) الف: مآثر عالمگیری،ص:۲۶،ب:فرحت الناظرین،ص:۱۲۸[ترجمہ اردو]،ج:نزہۃ الخواطر ص:

۲۹۰ـ۴۳۲،ج:۵،[طبع دوم]،د:محبوب الالباب،خدابخش خاں،ص:۵۱۷[خدابخش پٹنہ ۱۹۹۱ء]،ہ: دیار پورب میں علم اور علماء،ص:۱۲۰،و:برصغیر میں علم فقہ ص:۳۱۴،ز:فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۱۰۰

(۲۸) الف: نزہۃ ص:۳۳۹،ج:۶[طبع دوم]،ب: تذکرہ مشاہیر کاکوری۔مولانا علی حیدر کاکوروی،ص:۳۵۴[خدابخش،پٹنہ ۱۹۹۹ء]،ج: دیار پورب میں علم اور علماء،ص:۱۲۳،د: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۹۵

(۲۹) الف: نزہۃ الخواطر ص:۲۰۸،ج:۶[طبع دوم]،ب:دیار پورب میں علم اور علماء،ص:۱۲۲،ج:فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۹۸

(۳۰) فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۱۰۹

(۳۱) الف: نزہۃ الخواطر ص:۲۲۵،ج:۶[طبع دوم]،ب: برصغیر میں علم فقہ،ص:۳۴۱،ج: ماہنامہ معارف [اپریل ۱۹۴۷ء]ص:۲۹۴،د: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۱۱۰

(۳۲) الف: مآثر عالمگیری۔ص:۴۶،۵۸،۹۳،ب:تحفۃ الکرام،جلد:۲،ص:۹۳،ج: مآثر الامراء۔صمصام الدولہ شاہنواز خاں، فارسی،ص:۶۰۴،جلد:۳[کلکتہ:۱۸۹۰ء]،د: تذکرہ علمائے ہند،ص:۲۱۶،تذکرہ علمائے ہند، ترجمہ اردو ایوب قادری ص:۴۷۵[طبع اول:۱۹۶۱ء۔طبع دوم،ص:۴۰۶]،ہ: نزہۃ الخواطر ص:۵۴،جلد:۶،[طبع دوم]،و: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۲۸

(۳۳) الف: برصغیر میں علم فقہ،ص:۳۵۰،ب: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۱۰۸

(۳۴) الف: فرحت الناظرین ص:۱۳۲[ترجمہ اردو]،ب:نزہۃ الخواطر ص:۴۴۳،ج:۵[طبع دوم]،ج: دیار پورب میں علم اور علماء،ص:۱۲۰،د:برصغیر میں علم فقہ،ص:۳۰۲،ہ:فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۳۴

(۳۵) الف: مآثر عالمگیری،ص:۵۶،۵۸،۶۲،۶۸،۷۳،۲۳۳،ب:تحفۃ الکرام،ص:۲۵،جلد:۲۔،ج: فرحت الناظرین ،ص:۱۰۱،د: انفاس العارفین ،ص:۲۴،ہ:تذکرہ علمائے ہند،ص:۲۴۲،و: محبوب الالباب ، ص:۵۱۷،ز:نزہۃ الخواطر ص:۴۳۲، ج:۵[طبع دوم] ،ح:برصغیر میں علم فقہ،ص:۲۸۴،ط:فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۲۶

(۳۶) الف: تحفۃ الکرام ص:۱۹۷،جلد:۳۔ب: تذکرہ علمائے ہند[فارسی]ص:۲۸۸،ج: نزہۃ الخواطر ص:۴۳۲،جلد:۵[طبع دوم]،د: برصغیر میں علم فقہ،ص:۲۹۱،ہ: فتاویٰ عالمگیری کے مؤلفین،ص:۱۰۲

(۳۷) نزہۃ الخواطر،ص:۴۳۳،جلد:۵

(۳۸) انفاس العارفین،شاہ ولی اللہ۔فارسی،ص:۲۴[مطبع احمدی:دہلی:بلاسنہ]

(۳۹) انفاس العارفین،شاہ ولی اللہ۔فارسی،ص:۲۴[مطبع احمدی:دہلی:بلاسنہ]

(۴۰) تحفۃ الکرام ص:۱۹۷،جلد:۳[مطبع ناصری۔دہلی:۱۳۰۴ھ]

(۴۱) مآثر عالمگیری۔محمد ساقی مستعد ص:۲۳۳۔[لکھنؤ:۱۹۷۳ء]

(۴۲) مکتوب محررہ:۱۰/مارچ ۱۹۱۰ء[۱۳۲۸ھ] مکتوب:۸۰" بنام نواب حبیب الرحمن خاں شروانی،مرتبہ

علامہ سید سلیمان ندوی۔ص:۱۷۷۔جلداول[اعظم گڈھ ۱۹۲۸ء]''

(۴۳) ملاحظہ ہو: فتاویٰ عالم گیری، طبع دوم ایشیا ٹک سوسائٹی، کلکتہ۔۱۲۵۸ھ][۱۸۴۲ء] اور مطبوعہ مطبع احمدی۔ اموں جان۔دہلی:۱۲۸۷ھ۔

(۴۴) معجم المطبوعات العربیہ والمعربة۔یوسف سرکیس کالم:۴۹۸[عکس طبع اول، دارصادر بیروت]، اس سے پہلی طباعت کا، کلکتہ کی دوسری طباعت ایشیا ٹک سوسائٹی، کلکتہ کے ناشرین نے بھی ذکر کیا ہے۔

(۴۵) وأمرہ بترجمة الفتاویٰ العالم گیریة۔نزہۃ الخواطر،ص:۲۶۶۔۲۶۷، جلد:۵[حیدرآباد:۱۳۹۶ھ۔۱۹۷۶ء]

(۴۶) ذکر جمیع اولیائے دہلی۔مرتبہ ڈاکٹر شریف حسین قاسمی،ص:۱۴۷[طبع اول ٹونک:۸۸۔۱۸۸۷ء]

(۴۷) مولانا کے دو یا تین اور ترجمے ہیں اور ہر اک اپنی جگہ ایک دریائے علم وکمال ہے!

اول ترجمہ شرح وقایہ، عین الہدایہ ترجمہ مع ضروری حل وشرح ہدایہ۔مولانا نے فتح الباری، حافظ ابن حجر عسقلانی کا بھی مکمل ترجمہ کیا تھا، مگر وہ اب تک شائع نہیں ہوا، سنا ہے کہ اس کا مکمل مسودہ محفوظ ہے۔

(۴۸) مقدمہ ترجمہ فتاویٰ ہندیہ ص:۱۴۲[نول کشور لکھنؤ:۱۹۳۲ء]